

کلمہ طیبہ کا پیغام

سید ابوالاعلیٰ مودودی

مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کی خدمات اور حسانت میں جس چیز کی سب سے زیادہ اہمیت اور قدر ہے، وہ یہ ہے کہ بلا مبالغہ ہزاروں ایسے نوجوان ہوں گے جو مغربی تعلیم اور اس کی تعلیم گاہوں کی الحاد پرور فضا کے اثرات سے تشکیک اور بے یقینی کی بیماری میں مبتلا ہو کر اسلام سے بالکل نکل چکے تھے یا نکل جانے والے تھے۔ لیکن مولانا مودودی کی تحریروں نے اور جماعت اسلامی کی دعوتی سرگرمیوں نے ان کو نہ صرف پھر مسلمان بنادیا، بلکہ ان میں سے بہت سوں کا تعلق دین سے اتنا گہرا ہو گیا، اور ان کی عملی زندگی میں دین کا ایسا رنگ آ گیا کہ بہت سے پشتینی اور موروٹی دین داران سے سبق لیں اور عبرت حاصل کریں۔

مولانا محمد منظور نعمانیؒ



مولانا مودودی کی ذات گرامی اسلامی دنیا کے لیے متاع گراں مایہ تھی اور گلشن اسلام کی محافظ۔ آپ جامع الفضائل، مجموعہ کمالات اور باطل تحریکوں کے مقابلے میں اللہ کی تلوار تھے۔

شیخ الحدیث عبدالرؤف رحمانیؒ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آپ کو معلوم ہے کہ انسان دائرہ اسلام میں ایک کلمہ پڑھ کر داخل ہوتا ہے، اور وہ کلمہ بھی کچھ بہت زیادہ لمبا چوڑا نہیں ہے، صرف چند لفظ ہیں:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ۔

اسلام میں داخلے کی پہلی شرط

اِن الفاظ کو زبان سے ادا کرتے ہی آدمی کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ پہلے کافر تھا، اب مسلمان ہو گیا۔ پہلے ناپاک تھا، اب پاک ہو گیا۔ پہلے خدا کے غضب کا مستحق تھا، اب اس کا پیارا ہو گیا۔ پہلے دوزخ میں جانے والا تھا، اب جنت کا دروازہ اس کے لیے کھل گیا۔

اور بات صرف اتنے ہی پر نہیں رہتی۔ اسی کلمے کی وجہ سے آدمی اور آدمی میں بڑا فرق ہو جاتا ہے۔ جو اس کلمے کے پڑھنے والے ہیں، وہ ایک اُمت ہوتے ہیں اور جو اس سے انکار کرتے ہیں، وہ دوسری اُمت ہو جاتے ہیں۔ باپ اگر کلمہ پڑھنے والا ہے اور بیٹا اس سے

سید مودودیؒ

انکار کرتا ہے تو گویا باپ باپ نہ رہا اور بیٹا بیٹا نہ رہا۔ باپ کی جایداد سے اس بیٹے کو ورثہ نہ ملے گا۔ ماں اور بہنیں تک اس سے پردہ کرنے لگیں گی۔

گویا یہ کلمہ ایسی چیز ہے کہ غیروں کو ایک دوسرے سے ملا دیتی ہے، اور اپنوں کو ایک دوسرے سے کاٹ دیتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کلمہ کا زور اتنا ہے کہ خون اور رحم کے رشتے بھی اس کے مقابلے میں کچھ نہیں۔

اتنا بڑا فرق کیوں؟

اب ذرا اس بات پر غور کرو کہ یہ اتنا بڑا فرق جو آدمی اور آدمی میں ہو جاتا ہے، یہ آخر کیوں ہوتا ہے؟ کلمہ میں ہے کیا؟ صرف چند حرف ہی تو ہیں۔ لام، الف، ہ، م، و، س اور ایسے ہی دو چار حروف اور۔ ان حرفوں کو ملا کر اگر منہ سے نکال دیا تو کیا کوئی جادو ہو جاتا ہے کہ آدمی کی کایا پلٹ جائے؟ آدمی اور آدمی میں کیا بس اتنی سی بات سے زمین و آسمان کا فرق ہو سکتا ہے؟

میرے بھائیو، تم ذرا سمجھ سے کام لو گے تو تمہاری عقل خود کہہ دے گی، کہ فقط منہ کھولنے اور زبان ہلا کر چند حرف بول دینے کی اتنی بڑی تاثیر نہیں ہو سکتی۔ بُت پرست، مشرک لوگ تو ضرور سمجھتے ہیں کہ بس ایک منتر پڑھ دینے سے پہاڑ ٹل جائے گا، زمین شق ہو جائے گی اور چشمے اُبلنے لگیں گے، چاہے منتر کے معنی کی کسی کو خبر نہ ہو۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ساری تاثیر بس حرفوں میں ہے، وہ زبان سے نکلے اور طلسمات کے دروازے کھل گئے۔ مگر اسلام میں یہ بات نہیں ہے۔ یہاں اصل چیز معنی ہیں۔ الفاظ کی تاثیر معنوں سے ہے۔ معنی

کلمہ طیبہ کا پیغام

اگر نہ ہوں اور وہ دل میں نہ اتریں، اور ان کے زور سے تمہارے خیالات، تمہارے اخلاق اور تمہارے اعمال نہ بدلیں، تو زورے الفاظ بول دینے سے کچھ بھی اثر نہ ہوگا۔

اس بات کو میں ایک موٹی سی مثال سے سمجھاؤں:

● فرض کرو تمہیں سردی لگتی ہے، اگر تم زبان سے ”رُوئی لحاف، رُوئی لحاف“ پکارنا شروع کر دو تو سردی لگنی بند نہ ہوگی، چاہے تم رات بھر میں ایک لاکھ تسبیحیں ”رُوئی لحاف“ کی پڑھ ڈالو۔ ہاں اگر لحاف میں رُوئی بھرا کر اوڑھ لو گے تو سردی لگنی بند ہو جائے گی۔

● فرض کرو کہ تمہیں پیاس لگ رہی ہے۔ اگر تم صبح سے شام تک ”پانی، پانی“ پکارتے رہو تو پیاس نہ بجھے گی۔ ہاں پانی کا ایک گھونٹ لے کر پی لو گے تو کیچے کی ساری آگ فوراً ٹھنڈی ہو جائے گی۔

● فرض کرو کہ تم کو نزلہ بخار ہو جاتا ہے۔ اس حال میں اگر ”بنفشہ گاؤزبان، بنفشہ گاؤزبان“ کی تسبیحیں تم پڑھنی شروع کر دو گے تو نزلے بخار میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی۔ ان دواؤں کا جو شانہ بنا کر پی لو گے تو نزلہ بخار خود بھاگ جائے گا۔

بس یہی حال کلمہ طیبہ کا ہے۔ فقط چھ سات لفظ بول دینے سے اتنا بڑا فرق نہیں ہوتا کہ آدمی کافر سے مسلمان ہو جائے، ناپاک سے پاک ہو جائے، مرؤد سے محبوب بن جائے اور دوزخی سے جنتی بن جائے۔ یہ فرق صرف اس طرح ہوگا کہ پہلے ان الفاظ کا مطلب سمجھو اور وہ مطلب تمہارے دل میں اتر جائے۔ پھر مطلب کو جان بوجھ کر جب تم ان الفاظ کو

زبان سے نکالو تو تمہیں اچھی طرح یہ احساس ہو کہ تم اپنے خدا کے سامنے اور ساری دنیا کے سامنے کتنی بڑی بات کا اقرار کر رہے ہو، اور اس اقرار سے تمہارے اوپر کتنی بڑی ذمہ داری آگئی ہے۔

پھر یہ سمجھتے ہوئے جب تم نے اقرار کر لیا تو اس کے بعد تمہارے خیالات پر اور تمہاری ساری زندگی پر اس کلمہ کا قبضہ ہو جانا چاہیے، پھر تم کو اپنے دل و دماغ میں کسی ایسی بات کو جگہ نہ دینی چاہیے، جو اس کلمہ کے خلاف ہو۔ پھر تم کو ہمیشہ کے لیے بالکل فیصلہ کر لینا چاہیے، کہ جو بات اس کلمہ کے خلاف ہے وہ جھوٹی ہے اور یہ کلمہ سچا ہے۔

پھر زندگی کے سارے معاملات میں یہ کلمہ تمہارا حاکم ہونا چاہیے۔ اس کلمہ کا اقرار کرنے کے بعد تم کا فروع کی طرح آزاد نہیں رہے کہ جو چاہو کرو؛ بلکہ اب تم اس کلمہ کے پابند ہو، جو وہ کہے اس کو کرنا پڑے گا اور جس سے منع کرے اس کو چھوڑنا پڑے گا۔ اس طرح کلمہ پڑھنے سے آدمی مسلمان ہوتا ہے اور اس طرح کلمہ پڑھنے کی وجہ سے آدمی اور آدمی میں اتنا بڑا فرق ہوتا ہے، جس کا ذکر میں نے ابھی کیا ہے۔

کلمہ کا مطلب

آداب میں بتاؤں کہ کلمہ کا مطلب کیا ہے، اور اس کو پڑھ کر آدمی کس چیز کا اقرار کرتا ہے، اور اس کا اقرار کرتے ہی آدمی کس چیز کا پابند ہو جاتا ہے۔

کلمہ کے معنی یہ ہیں کہ: اللہ کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

کلمہ طیبہ کا پیغام

کلمہ میں اللہ کا جو لفظ آیا ہے، اس کے معنی ”خدا“ کے ہیں۔ خدا اس کو کہتے ہیں جو مالک ہو، حاکم ہو، خالق ہو، پالنے اور پوسنے والا ہو، دعاؤں کا سننے اور قبول کرنے والا ہو اور اس کا مستحق ہو کہ اس کی عبادت کی جائے۔ اب جو تم نے لا الہ الا اللہ کہا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اول تو تم نے یہ اقرار کیا کہ یہ دنیا نہ تو بے خدا کے بنی ہے، اور نہ ایسا ہی ہے کہ اس کے بہت سے خدا ہوں۔ بلکہ دراصل اس کا خدا ہے، اور وہ خدا ایک ہی ہے، اور اس ایک ذات کے سوا خدا کی کسی کی نہیں ہے۔

دوسری بات جس کا تم نے کلمہ پڑھتے ہی اقرار کیا وہ یہ ہے، کہ وہ ایک خدا تمہارا اور سارے جہان کا مالک ہے۔ تم اور تمہاری ہر چیز اور دنیا کی ہر شے اس کی ہے، خالق وہ ہے، رازق وہ ہے، موت اور زندگی اس کی طرف سے ہے، مصیبت اور راحت بھی اسی کی طرف سے ہے۔ جو کچھ کسی کو ملتا ہے، اس کو دینے والا حقیقت میں وہ ہے، اور جو کچھ کسی سے چھینا جاتا ہے اس کا چھیننے والا بھی حقیقت میں وہی ہے۔ ڈرنا چاہیے تو اس سے، مانگنا چاہیے تو اس سے، سر جھکانا چاہیے تو اس کے سامنے، عبادت اور بندگی کی جائے تو اس کی۔ اس کے سوا ہم کسی کے بندے اور غلام نہیں اور اس کے سوا کوئی ہمارا آقا اور حاکم نہیں۔ ہمارا اصل فرض یہ ہے کہ اسی کا حکم مانیں اور اسی کے قانون کی پیروی کریں۔

اللہ تعالیٰ سے عہد اور محاسبہ

یہ عہد و پیمان ہے جو لا الہ الا اللہ پڑھتے ہی تم اپنے خدا سے کرتے ہو اور ساری دنیا کو گواہ بنا کر کرتے ہو۔

اس کی خلاف ورزی کرو گے تو تمہاری زبان، تمہارے ہاتھ پاؤں، تمہارا روٹکھا روٹکھا، اور زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ جس کے سامنے تم نے جھوٹا اقرار کیا، تمہارے خلاف خدا کی عدالت میں گواہی دے گا۔ اور تم ایسی بے بسی کے عالم میں وہاں کھڑے ہو گے کہ ایک بھی گواہ تم کو صفائی پیش کرنے کے لیے نہ ملے گا۔ کوئی وکیل یا بیرسٹر وہاں تمہاری طرف سے پیروی کرنے والا نہ ہوگا۔ بلکہ خود وکیل صاحب اور بیرسٹر صاحب جو دنیا کی عدالتوں میں قانون کی الٹ پھیر کرتے پھرتے ہیں یہ بھی وہاں تمہاری ہی طرح بے بسی کے عالم میں کھڑے ہوں گے۔ وہ عدالت ایسی نہیں ہے جہاں تم جھوٹی گواہیاں اور جعلی دستاویزیں پیش کر کے اور غلط پیروی کر کے بچ جاؤ گے۔ دنیا کی پولیس سے تم اپنا جرم چھپا سکتے ہو، خدا کی پولیس سے نہیں چھپا سکتے۔ دنیا کی پولیس رشوت کھا سکتی ہے، خدا کی پولیس رشوت کھانے والی نہیں۔ دنیا کے گواہ جھوٹ بول سکتے ہیں، خدا کے گواہ بالکل سچے ہیں۔ دنیا کے حاکم بے انصافی کر سکتے ہیں، خدا ایسا حاکم نہیں جو بے انصافی کرے۔ پھر خدا جس جیل میں ڈالے گا اس سے بچ کر بھاگنے کی بھی کوئی صورت نہیں ہے۔

خدا کے ساتھ جھوٹا اقرار نامہ کرنا بہت بڑی بے وقوفی ہے۔ [اس لیے] جب اقرار کرتے ہو تو خوب سوچ سمجھ کر کرو اور اس کو پورا کرو۔ ورنہ تم پر کوئی زبردستی نہیں ہے کہ خواہ مخواہ زبانی ہی اقرار کر لو۔ کیونکہ خالی خولی زبانی اقرار محض بے کار ہے۔

رسول اللہ کی رہنمائی کا اقرار

لا اِلهَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کے بعد تم محمد رسول اللہ کہتے ہو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ

کلمہ طیبہ کا پیغام

تم نے یہ تسلیم کر لیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ پیغمبر ہیں جن کے ذریعے سے خدا نے اپنا قانون تمہارے پاس بھیجا ہے۔

خدا کو اپنا آقا اور شہنشاہ مان لینے کے بعد یہ معلوم ہونا ضروری تھا کہ اس شہنشاہ کے احکام کیا ہیں؟ ہم کون سے کام کریں جن سے وہ خوش ہوتا ہے اور کون سے کام نہ کریں جن سے وہ ناراض ہوتا ہے؟ کس قانون پر چلنے سے وہ ہم کو بخشے گا اور اس کی خلاف ورزی کرنے پر وہ ہم کو سزا دے گا۔ یہ سب باتیں بتانے کے لیے خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیغام بر مقرر کیا۔ آپ کے ذریعے سے اپنی کتاب ہمارے پاس بھیجی اور آپ نے خدا کے حکم کے مطابق زندگی بسر کر کے ہم کو بتا دیا کہ مسلمانوں کو اس طرح زندگی بسر کرنی چاہیے۔

پس، جب تم نے 'محمد رسول اللہ' کہا تو گویا اقرار کر لیا کہ جو قانون اور جو طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے، تم اسی کی پیروی کرو گے، اور جو قانون اس کے خلاف ہے اس پر لعنت بھیجو گے۔ یہ اقرار کرنے کے بعد اگر تم نے حضور کے لائے ہوئے قانون کو چھوڑ دیا اور دنیا کے قانون کو ماننے رہے تو تم سے بڑھ کر جھوٹا اور بے ایمان کوئی نہ ہوگا۔ کیونکہ، تم یہی اقرار کر کے تو اسلام میں داخل ہوئے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا لایا ہوا قانون، حق ہے اور اسی کی تم پیروی کرو گے۔ اسی اقرار کی بدولت تو تم مسلمانوں کے بھائی بنے، اسی کی بدولت تم نے باپ سے ورثہ پایا، اسی کی بدولت ایک مسلمان عورت [یا مرد] سے تمہارا نکاح ہوا، اسی کی بدولت تمہاری جائز اولاد بنی، اسی کی بدولت تمہیں یہ حق ملا کہ تمام مسلمان تمہارے مددگار بنیں، تمہیں زکوٰۃ دیں، تمہاری جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا ذمہ لیں اور ان سب کے باوجود تم نے اپنا اقرار توڑ دیا۔ اس سے بڑھ کر دنیا میں

کون سی بے ایمانی ہو سکتی ہے؟

اگر تم لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کے معنی جانتے ہو اور جان بوجھ کر اس کا اقرار کرتے ہو تو تم کو ہر حال میں خدا کے قانون کی پیروی کرنی چاہیے، خواہ اس کی پیروی پر مجبور کرنے والی کوئی پولیس اور عدالت اس دنیا میں نظر نہ آتی ہو۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ خدا کی پولیس اور فوج اور عدالت اور جیل کہیں موجود نہیں ہے، اس لیے اس کے قانون کو توڑنا آسان ہے، اور گورنمنٹ کی پولیس، فوج، عدالت اور جیل موجود ہے اس لیے اس کے قانون کو توڑنا مشکل ہے۔ ایسے شخص کے متعلق میں صاف کہتا ہوں کہ وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کا جھوٹا اقرار کرتا ہے۔ [وہ] اپنے خدا کو، ساری دنیا کو، تمام مسلمانوں کو اور خود اپنے نفس کو دھوکا دیتا ہے۔

عہد و اقرار کی ذمہ داریاں

بھائیو اور دوستو، ابھی میں نے تمہارے سامنے کلمہء طیبہ کے معنی بیان کیے ہیں۔ اب اسی سلسلے میں، میں ایک اور پہلو کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔

تم اقرار کرتے ہو کہ اللہ تمہارا اور ہر چیز کا مالک ہے، اس کے کیا معنی ہیں؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ تمہاری جان اپنی نہیں، خدا کی ملک [ملکیت] ہے۔ تمہارے ہاتھ اپنے نہیں۔ تمہاری آنکھیں اور تمہارے کان اور تمہارے جسم کا کوئی عضو تمہارا اپنا نہیں۔ یہ زمینیں جن کو تم جو تھے ہو، یہ جانور جن سے تم خدمت لیتے ہو، یہ مال و اسباب جن سے تم فائدہ اٹھاتے

کلمہ طیبہ کا پیغام

ہو، ان میں سے بھی کوئی چیز تمہاری نہیں۔ ہر چیز خدا کی ملک ہے اور خدا کی طرف سے عطیہ کے طور پر تمہیں ملی ہے۔ اس بات کا اقرار کرنے کے بعد تمہیں یہ کہنے کا کیا حق ہے کہ جان میری ہے، دوسرے کو مالک کہنا اور پھر اس کی چیز کو اپنی قرار دینا، بالکل ایک لغو بات ہے۔

اگر درحقیقت یہ بات سچے دل سے مانتے ہو کہ ان سب چیزوں کا مالک خدا ہی ہے تو اس سے دو باتیں خود بخود تم پر لازم ہو جاتی ہیں۔

ایک یہ کہ جب مالک خدا ہے اور اس نے اپنی ملکیت امانت کے طور پر تمہارے حوالے کی ہے، تو جس طرح مالک کہتا ہے اسی طرح تمہیں ان چیزوں سے کام لینا چاہیے۔ اس کی مرضی کے خلاف ان سے کام لیتے ہو تو دھوکا بازی کرتے ہو۔ تم اپنے ان ہاتھوں اور پاؤں کو بھی اس کی پسند کے خلاف ہلانے کا حق نہیں رکھتے۔ تم ان آنکھوں سے بھی اس کی مرضی کے خلاف دیکھنے کا کام نہیں لے سکتے۔ تم کو اس پیٹ میں بھی کوئی ایسی چیز ڈالنے کا حق نہیں ہے جو اس کی مرضی کے خلاف ہو۔ تمہیں ان زمینوں اور ان جاہدوں پر بھی مالک کے منشا کے خلاف کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ تمہاری بیویاں [یا شوہر] جن کو تم اپنی کہتے ہو اور تمہاری اولاد جن کو تم اپنی کہتے ہو، یہ بھی صرف اس لیے تمہاری ہیں کہ تمہارے مالک کی دی ہوئی ہیں، لہذا تم کو ان سے بھی اپنی خواہش کے مطابق نہیں بلکہ مالک کے حکم کے مطابق ہی برتاؤ کرنا چاہیے۔

اگر اس کے خلاف کرو گے تو تمہاری حیثیت غاصب کی ہوگی۔ جس طرح دوسرے کی زمین پر قبضہ کرنے والے کو تم کہتے ہو کہ وہ بے ایمان ہے، اسی طرح اگر خدا کی دی ہوئی

چیزوں کو تم اپنا سمجھ کر اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرو گے، یا خدا کے سوا کسی اور کی مرضی کے مطابق ان سے کام لو گے تو وہی بے ایمانی کا الزام تم پر بھی آئے گا۔

اگر مالک کی مرضی کے مطابق کام کرنے میں کوئی نقصان ہوتا ہے تو ہوا کرے۔ جان جاتی ہے تو جائے۔ ہاتھ پاؤں ٹوٹتے ہیں تو ٹوٹیں۔ اولاد کا نقصان ہوتا ہے تو ہو۔ مال و جائیداد برباد ہو تو ہوا کرے، تمہیں کیوں غم ہو؟ جس کی چیز ہے وہی اگر نقصان پسند کرتا ہو تو اس کو حق ہے۔

ہاں، اگر مالک کی مرضی کے خلاف تم کام کرو اور اس میں کسی چیز کا نقصان ہو تو بلاشبہ تم مجرم ہو گے، کیونکہ دوسرے کے مال کو تم نے خراب کیا۔ تم خود اپنی جان کے مختار نہیں ہو۔ مالک کی مرضی کے مطابق جان دو گے تو مالک کا حق ادا کر دو گے۔ اس کے خلاف کام کرنے میں جان دو گے تو یہ بے ایمانی ہوگی۔

اسلام کی قبولیت، خدا پر احسان نہیں

دوسری بات یہ ہے کہ مالک نے جو چیز تمہیں دی ہے، اس کو اگر تم مالک ہی کے کام میں صرف کرتے ہو تو کسی پر احسان نہیں کرتے۔ نہ مالک پر احسان ہے، نہ کسی اور پر۔ تم نے اگر اس کی راہ میں کچھ دے دیا، یا کچھ خدمت کی، یا جان دے دی، جو تمہارے نزدیک بہت بڑی چیز ہے۔ تب بھی کوئی احسان کسی پر نہیں کیا۔ زیادہ سے زیادہ جو کام تم نے کیا وہ بس اتنا ہی تو ہے کہ مالک کا حق جو تم پر تھا وہ تم نے ادا کر دیا۔ یہ کون سی ایسی بات ہے جس پر

کلمہ طیبہ کا پیغام

کوئی مٹھو لے اور فخر کرے اور یہ چاہے کہ اس کی تعریفیں کی جائیں اور یہ سمجھے کہ اس نے کوئی بہت بڑا کام کیا ہے۔ جس کی بڑائی تسلیم کی جائے؟

یاد رکھو، کہ سچا مسلمان مالک کی راہ میں کچھ صرف کرنے یا کچھ خدمت کرنے کے بعد مٹھو لٹا نہیں ہے، بلکہ خاکساری اختیار کرتا ہے۔ فخر کرنا کارِ خیر کو برا دکر دیتا ہے۔ تعریف کی خواہش جس نے کی اور اس کی خاطر کوئی کارِ خیر کیا، وہ خدا کے ہاں کسی اجر کا مستحق نہ رہا، کیونکہ اس نے تو اپنے کام کا معاوضہ دنیا ہی میں مانگا اور یہیں اس کو مل بھی گیا۔

اللہ کا احسان اور ہمارا رویہ

بھائیو! اپنے مالک کا احسان دیکھو کہ اپنی چیز تم سے لیتا ہے، اور پھر کہتا ہے کہ یہ چیز میں نے تم سے خریدی ہے اور اس کا معاوضہ میں تمہیں دوں گا۔ اللہ اکبر! اس شانِ جود و کرم کا بھی کوئی ٹھکانا ہے۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ [التوبہ]
۹ : ۱۱۱] حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال، جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔

یہ تو مالک کا برتاؤ تمہارے ساتھ ہے۔ اب ذرا اپنا برتاؤ بھی دیکھو۔

جو چیز مالک نے تم کو دی تھی، اور جس کو مالک نے پھر تم سے معاوضہ دے کر خرید بھی لیا، اس کو غیروں کے ہاتھ بیچتے ہو۔ نہایت ذلیل معاوضے لے لے کر بیچتے ہو۔ وہ مالک کی مرضی کے خلاف تم سے کام لیتے ہیں اور تم یہ سمجھ کر ان کی خدمت کرتے ہو کہ گویا رازق وہ ہیں۔ تم اپنے دماغ بیچتے ہو، اپنے ہاتھ پاؤں بیچتے ہو، اپنے جسم کی طاقتیں بیچتے ہو، اور وہ سب کچھ بیچتے ہو جس کو خدا کے باغی خریدنا چاہتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر بد اخلاقی اور کیا ہو سکتی ہے؟

بیچی ہوئی چیز کو بیچنا قانونی اور اخلاقی جرم ہے۔ دنیا میں اس پر دغا بازی اور فریب دہی کا مقدمہ چلایا جاتا ہے، کیا تم سمجھتے ہو کہ خدا کی عدالت میں اس پر مقدمہ نہیں چلایا جائے گا؟ [تسویں: س م خ]

بدی کا مقابلہ محض نیکی سے نہیں
بلکہ اس نیکی سے کرو جو بہت اعلیٰ درجے کی ہو
یعنی کوئی شخص تمہارے ساتھ برائی کرے
اور تم اس کو معاف کر دو تو یہ محض نیکی ہے۔

اعلیٰ درجے کی نیکی یہ ہے کہ
جو تم سے برا سلوک کرے تم موقع آنے پر اس کے ساتھ احسان کرو۔
(تفہیم القرآن، ج ۳، ص ۴۵۷)

ایک آدمی
بیک وقت مومن اور منافق، سچا اور جھوٹا، بدکار اور نیکو کار نہیں ہو سکتا۔
اس کے سینے میں دو دل نہیں ہیں، کہ
ایک دل میں اخلاص ہو، اور دوسرے میں خدا سے بے خونی۔

لہذا

ایک وقت میں آدمی کی ایک ہی حیثیت ہو سکتی ہے، یا تو وہ مومن ہوگا یا منافق۔
اب اگر تم کسی مومن کو منافق کہہ دو یا منافق کو مومن تو اس سے حقیقت نفس الامری نہ بدل
جائے گی۔ اس شخص کی اصل حیثیت لازماً ایک ہی رہے گی۔

(تفہیم القرآن، ج ۳، ص ۶۹)

ایمان اور اجتماعی جدوجہد

دنیا کو آئندہ دو ظلمت کے خطرے سے بچانے اور اسلام کی نعمت سے بہرہ ور کرنے کے لیے صرف اتنی بات کافی نہیں ہے کہ یہاں صحیح نظریہ موجود ہے۔ صحیح نظریے کے ساتھ ایک صالح جماعت کی بھی ضرورت ہے۔ اس کے لیے ایسے لوگ درکار ہیں جو اس نظریہ پر سچا ایمان رکھتے ہوں۔

اُن کو سب سے پہلے اپنے ایمان کا ثبوت دینا ہوگا اور وہ صرف اسی طرح دیا جاسکتا ہے کہ وہ جس اقتدار کو تسلیم کرتے ہوں اُس کے خود مطیع بنیں؛ جس ضابطے پر ایمان لاتے ہیں اس کے خود پابند ہوں؛ جس اخلاق کو صحیح کہتے ہیں اُس کا خود نمونہ بنیں؛ جس چیز کو فرض کہتے ہیں اس کا خود التزام کریں؛ اور جس چیز کو حرام کہتے ہیں اُسے خود چھوڑیں۔ اس کے بغیر تو اُن کی صداقت آپ ہی مشتبہ ہوگی گجا کہ کوئی ان کے آگے سر تسلیم خم کرے۔

پھر اُن کو اس فاسد نظام تہذیب و تمدن و سیاست کے خلاف عملاً بغاوت کرنی ہوگی؛ اُس سے اور اس کے پیرووں سے تعلق توڑنا ہوگا؛ اُن تمام فائدوں، لذتوں، آسائشوں اور اُمیدوں کو چھوڑنا ہوگا جو اس نظام سے وابستہ ہوں؛ اور رفتہ رفتہ اُن تمام نقصانات، تکلیفوں اور مصیبتوں کو برداشت کرنا ہوگا جو نظام غالب کے خلاف بغاوت کرنے کا لازمی نتیجہ ہیں۔

پھر انھیں وہ سب کچھ کرنا ہوگا جو ایک فاسد نظام کے تسلط کو مٹانے اور ایک صحیح نظام قائم کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اس انقلاب کی جدوجہد میں اپنا مال بھی قربان کرنا ہوگا؛ اپنے اوقاتِ عزیز بھی صرف کرنے پڑیں گے؛ اپنے دل و دماغ اور جسم کی ساری قوتوں سے بھی کام لینا پڑے گا؛ اور قید اور جلاوطنی اور ضبطِ اموال اور تباہی اہل و عیال کے خطرات بھی سہنے ہوں گے؛ اور وقت پڑے تو جانیں بھی دینی پڑیں گی۔ ان راہوں سے گزرے بغیر دنیا میں نہ کبھی کوئی انقلاب ہوا ہے نہ اب ہو سکتا ہے۔

ایک صحیح نظریہ کی پشت پر ایسے صادق الایمان لوگوں کی جماعت جب تک نہ ہو، محض نظریہ خواہ وہ کتنا ہی بلند پایہ ہو کتابوں کے صفحات سے منتقل ہو کر ٹھوس زمین میں کبھی جڑ نہیں

پکڑ سکتا۔ (تحریک آزادی ہند اور مسلمان، دوم ص ۲۰۸)